السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

بحوث علمیہ وافتاء کی کمیٹی نے اس استفسار کو ملاحظہ کی جو انجمن برائے بہبودی اطفال پنجاب کی طرف سے جناب چیئر میں ادارت تحوث علمیہ وافتاء و دعوت وارشاد کی خدمت میں پش کیا گیا تھا اور انہوں نے اسے مراسلہ نمبر 86 2 تاریخ 15 1 1392ھ کو کبار علماء کی کونسل کے سپرد کر دیا ۔ اس استفسار میں یہ پوڈھا گیا ہے کہ ان اصول و قواعد کو بیان کر دیا جائے ، جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ وراثت میں متبنی بچے کا زیادہ حق دار کون ہے ؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

اس سوال کا درج ذیل جواب دیا گیا : ۔ 1 ۔ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی رسالت سے قبل ایام جاہلیت میں بچوں کو لے پالک بنانے کا طریق معروف تھا ۔ جو شخص کسی دوسرے کے بچے کو لے پالک بنا لیتا تو پھر بچے کی نسبت اسی کی طرف کی جاتی ، وہ اس کا وارث قرار پاتا اور اس کی بیوی اور بچیوں کے پاس بلا روک ٹوک آ جا سکتا تھا اور لے پالک بنانے والے کے لیے اس بچے کی بیوی سے نکاح حرام سمجھا جاتا تھا الغرض تمام امور و معاملات میں منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے ہی کی طرح سمجھا جاتا تھا ۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی نبوت سے پہلے زید بن حارثہ بن شراحیل کلبی کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا اور انہیں زید بن محمد کے نام سے پکارا جاتا تھا ۔ لے پالک بچوں کے لیے زمانہ جاہلیت کا یہ طریقہ 3ھ یا 5ھ تک برقرار رہا۔

2 ۔ پھر اللہ تعالی نے حکم دے دیا کہ لے پالک بچوں کی نسبت ان کے حقیقی باپوں ہی کی طرف کی جائے ، جن کی پشت سے وہ پیدا ہوئے ہیں ، اگر وہ معلوم ہوں اور اگر ان کے حقیقی باپوں کا علم نہ ہو تو وہ پھر وہ دینی بھائی اور متبنی بنانے والے اور دیگر مسلمانوں کے دوست ہیں ۔ اللہ تعالینے اس بات کو حرام قرار دے دیا کہ بچے کی لے پالک بنانے والے کی طرف حقیقی نسبت کی جائے بلکہ بچے کے لیے بھی اس بات کو حرام قرار دے دیا کہ وہ اپنے حقیقی باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے ، البتہ اگر زبان کی کسی غلطی کی وجہ سے ایسا ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ، اللہ سبحانہ و تعالی نے واضح فرمایا ہے کہ یہ حکم عین عدل و انصاف پر مبنی ہے ، یہی سچی بات ہے ، اس میں انساب اور عزتوں کی حفاظت بھی ہے اور ان لوگوں کے مالی حقوق کی حفاظت بھ ، جو ان کے زیادہ حق دار ہیں ۔ ارشاد باری تعالی ہے :

وَما جَعَلَ أَدعِياءَكُم أَبناءَكُم ۚ ذ‌ٰلِكُم قَولُكُم بِأَفو‌ٰهِكُم ۖ وَاللَّهُ يَقولُ الحَقَّ وَهُوَ يَهدِى السَّبيلَ ﴿٤﴾ ادعوهُم لِءابائِهِم هُوَ أَقسَطُ عِندَ اللَّهِ ۚ فَإِن لَم تَعلَموا ءاباءَهُم فَإِخو‌ٰنُكُم فِى الدّينِ وَمَو‌ٰليكُم ۚ وَلَيسَ عَلَيكُم جُناحٌ فيما أَخطَأتُم بِهِ وَلـٰكِن ما تَعَمَّدَت قُلوبُكُم ۚ وَكانَ اللَّهُ غَفورًا رَحيمًا ﴿٥﴾ ... سورة الاحزاب

"اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے بنایا ، یہ سب تمہارے منہ کی باتیں ہیں اور اللہ تعالی تو سچی بات فرماتا ہے اور وہ سیدھا راستہ دکھاتا ہے ۔ مومنو! لے پالکوں کو ان کے (اصلی) باپوں کے نام سے پکارا کرو کہ اللہ کے نزدیک یہ بات درست ہے ۔ اگر تم کو ان سے باپوں کے نام معلوم نہ ہوں تو دین میں وہ تمہارے بھائی اور دوست ہیں اور جو بات تم سے غلطی سے ہو اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں لیکن جو قصد دل سے کرو (اس پر مؤاخذہ ہے) اور اللہ بڑا بخشنے ولا نہایت مہربان ہے ۔ ''

نبی ﷺ نے فرمایا ہے :

«مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ، أَوِ انْتَمَى إِلَى غَيْرِ مَوَالِيهِ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ الْمُتَتَابِعَةُ» (سنن ابی داود، الادب، باب فی الرجل ینتمی الی غیر موالیہ، ح: 5115)

''جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کا بیٹا ہونے کا دعوی کرے یا (کوئی غلام) اپنے آقاؤں کی بجائے دوسروں کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے تو اس پر اللہ تعالی کی مسلسل لعنت ہو ۔ ''

3 ۔ اللہ سبحانہ و تعالی نے منہ بولے بیٹے کے دعوے کو ، جس کو کوئی حقیقت نہیں ہوتی ، مسترد کر دیا ، اس لیے اس سے متعلق وہ تمام احکام بھی ختم ہو گئے ، جن پر زمانہ جاہلیت میں عمل ہوتا تھا اور پھر اسلام کے ابتدائی دور تک ہوتا رہا ۔ جن میں سے بعض احکام حسب ذیل ہیں : (الف) اس غیر حقیقی دہوئے کی وجہ سے لے پالک اور اسے بیٹا بنانے والے کے درمیان وراثت کا تعالق ختم کر دیا گیا ۔ البتہ اس بات کو برقرار رکھا گیا کہ یہ دونوں زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کر سکتے ہیں اور وفات کے بعد وصیت کر سکتے ہیں ، مگر یہ وصبیت کرنے والے کے مال کے ایک تہائی حصہ سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے ۔ اسلامی معاشرے نے وراثت اور مستحقین کے احکام تفصیل کے ساتھ بیان کر دیے ہیں ، اس تفصیل میں متبنی بنانے والے اور جسے متبنی بنایا گیا ہو ، کا قطعا کوئی ذکر نہیں ہے ۔ نیکی اور احسان کا وارث کے سلسلہ میں اجمالا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

وَأُولُوا الأَرحامِ بَعضُهُم أَولىٰ بِبَعضٍ فى كِتـٰبِ اللَّهِ مِنَ المُؤمِنينَ وَالمُهـٰجِرينَ إِلّا أَن تَفعَلوا إِلىٰ أَولِيائِكُم مَعروفًا... ﴿٦﴾ ... سورة الاحزاب

''اور رشتہ دار آپس میں کتاب اللہ کی رو سے مسلمانوں اور مہاجروں سے ایک دوسرے (کے ترکے) کے زیادہ حق دار ہیں مگر یہ کہ م اپنے دوستوں سے احسان کرنا چاہو''

(ب) متبنی بنانے والے کو اللہ تعالی نے اجازت دی ہے کہ وہ اپنے لے پالک کی بیوی سے اسوقت نکاح کر سکتا ہے ، جب وہ اس سے علیحدگی اختیار کر لے ، زمانہ جاہلیت میں اسے حرام سمجھا جاتا تھا ۔ اللہ تعالی نے اپنے رسول ﷺ سے اس رسم کے خاتمہ کا اغاز کروایا تاکہ حلال ہونے کی یہ ایک قوی دلیل بن جائے اور زمانہ جاہلیت کی اس عادت کا سختی سے خاتمہ ہو سکے ۔ ارشاد باری تعالی ہے :

فَلَمّا قَضىٰ زَيدٌ مِنها وَطَرًا زَوَّجنٰكَها لِكَى لا يَكونَ عَلَى المُؤمِنينَ حَرَجٌ فى أَزوٰجِ أَدعِيائِهِم إِذا قَضَوا مِنهُنَّ وَطَرًا ۚ وَكانَ أَمرُ اللَّهِ مَفعولًا ﴿٣٧﴾... سورة الاحزاب

''پھر جب زید نے اس سے اپنی مرضی پوری کرلی (یعنی اس کو طلاق دے دی) تو ہم نے تم سے اس کا نکاح کردیاتاکہ مومنوں کےلیے ان کے منہ بولے بیٹے کی بیویوں (کے ساتھ نکاح کرنے کے بارے) میں جب وہ ان سے (اپنی) حاجب پوری کرلیں (یعنی طلاق دے دیں) کچھ تنگی نہ رہے اور اللہ کا حکم واقع ہو کر رہنے والا تھا۔''

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زینب بنت جحش سے اللہ تعالی کے حکم سے اس وقت نکاح کرلیا جب ان کے شوہر زید بن حارثہ نے انہیں طلاق دے دی تھی۔

4۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ متبنہ بنانے کی رسم کے خاتمہ کے یہ معنی نہیں کہ اخوت، محبت، صلہ رحمی اور احسان کی انسانی قدروں اور اسلامی حقوق کے بھی خاتمہ کردیا جائے لہذا: (الف) انسان ازراہ لطف و کرم اور شفقت و محبت اپنے سے عمر کے اعتبار سے چھوٹے (کم عمر) کو یا بنی (اے میرے بیٹے) کہہ سکتا ہے،تاکہ وہ اس سے مانوس ہوجائے، اس کی نصیحت کوسنے یا اس کے کام کو کردے۔ اسی طرح عمر کے اعتبار سے بڑے شخص کو کوئی چھوٹا بطور تعظیم و تکریم یا ابی (اباجی) کہہ سکتا ہے تاکہ اس کی طرف نیکی و نصیحت کو حاصل کرسکے، اس سے مدد و تعاون لے سکے، معاشرے میں ادب و احترام کی فضاء پیدا ہو، معاشرے کے افراد میں باہمی تعلقات مضبوط و مستحکم ہوں اور سارا معاشرہ سچی و دینی اخوت سے سرشار ہوجائے۔ (ب) اسلامی شریعت نے نیکی اور تقوی کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون، باہمی الفت و محبت اور حسن سلوک کی ترغیب دی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

وَتَعاوَنوا عَلَى البِرِّ وَالتَّقوىٰ ۖ وَلا تَعاوَنوا عَلَى الإِثمِ وَالعُدوٰنِ... ﴿٢﴾... سورة المائدة

''اور (دیکھو!) تم نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کے کاموں میں مدد نہ کیا کرو۔''

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

«أَلَا إِنَّ مَثَلَ الْمُؤْمِنِينَ وَمَثَلَ تَوَادِّهِمْ وَتَحَابِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى بَعْضُهُ تَدَاعَى سَائِرُهُ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى»

(صحیح مسلم، البر والصلة، باب تراحم المومنین وتعاطفهم، ح: 2586 ومسند احمد: 4/ 270)

''باہمی محبت، رحمدلی اور شفقت کے اعتبار سے مومنوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے، کہ جب کوئی ایک عضو کسی تکلیف میں مبتلا ہو تو سارا جسم بے خوابی اور بخار کے ساتھ بے قرار ہوجاتا ہے۔''

(المؤمن للمؤمن کالبنیان، یشد بعضهم بعضا)((صحیح البخاری، المظالم، باب نصر المظلوم، ح: 2446 و صحیح مسلم البر والصلة، باب تراحم المؤمنین و تعطفهم وتعاضدهم، ح: 2585))

''مومن مومن کےلیے ایک دیوار کی مانند ہے، جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے۔''

اسی لیے شریعت نے حکم دیا ہے کہ یتیموں، مسکینوں، ناداروں اور لاوارث بچوں کی نگہداشت کی جائے، ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا جائے اور ان سے نیکی اور حسن سلوک کا معاملہ کیا جائے تاکہ اسلامی معاشرے میں کوئی شخص لاچار و بے کانہ ہو کیونکہ معاشرہ اگر ایسے لوگوں بارے میں سنگ دلی اور عدم توجہی کا ثبوت دے تو پھر اس طرح کے لوگ بھی اپنی بری تربیت یا سرکشی و تفاوت کے باعث وعاشرے کےلیے ناسور کی حثیت اختیار کر جاتے ہیں۔ اسلامی حکومتوں کا فرض ہے کہ وہ ناداروں، یتیموں اور لاوارث بچوں کےلیے ہوسٹل بنائے، اگر بیت المال سے ان کے اخراجات پورے نہ ہوسکتے ہوں تو امت کے خوشحال لوگوں سے مدد لی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانُوا، وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا، فَلْيَأْتِنِي فَأَنَا مَوْلَاهُ"

(صحیح البخاری، الاستقراض، باب الصلاة علی من ترک دینا، ح: 2399)

''جو مومن فوت ہوا اور مال چھوڑ جائے، تو اس کے وارث اس کے عصبہ ہیں، خواہ وہ کوئی بھی ہوں اور جو قرض یا چھوٹے بچے چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آئے میں اسکا دوست ہوں۔''

اس فیصلے پر کمیٹی کے تمام ارکان نے دستخط کیے۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ اسلامیہ

ج4ص517

محدث فتویٰ